



U. 8032



ریختہ فی حقہ ولنا صدیق شہزادہ نور محمد بن بوسنیہ یوسف موعود صاحب قبلہ مدظلہ  
 فیصلہ جماعت احمدیہ

جسٹ شدہ طبعہ اصفیہ ۱۹۹

سکندر آباد دکن اکادمی تبلیغی ماہنامہ

سندھ اور دکن کی گلدستہ اور دینی و تاریخی عجائبات



حقائق و معارف قرآنی و معروفات کتب آسمانی کا اردو مجلہ

قیمت فی پرچہ ۴ روپے



معاونین مدیر { محمد عبدالقادر مبلغ اسلام  
 محمد عبدالرحمن آزاد صدیقی

مدیر بحکیم محمد فضل شریف مبلغ اسلام

پستہ :- دفتر ماہنامہ آواز نزد جامع مسجد سکندر آباد (دکن)

ماہنامہ آواز کا دائرہ عمل

(الف۔ مذہبی (۱) تبلیغ اسلام (۲) فرقہ ہائے اسلام میں اتحاد و یکجہ کرنا (۳) مذاہب عالم کے بانیوں کا احترام کرنا (۴) مذاہب عالم کی اصلی تعلیم کو ان کے حقیقی رنگ میں پیش کرنا (۵) دنیا میں امن و سلامتی کے حصول پیش کرنا۔

۵۔ اخلاقی مضامین کو بالکل جاذب و جدید رنگ میں پیش کرنا۔

جہ . علی معلومات و کشفیات جدیدہ و مسائلات و تہذیب .

ح۔ دوسرے موضوع کے مسائل عمومی سے بالکل غیر جانبدارانہ طریقہ پر قارئین 'آواز' کو باخبر رکھنا۔

قواعد و فرماہ نامہ و از

۱۱۔ ماہنامہ ہذا کے پہلے عشرہ میں سائنس ہفتہ ۲۱۔ اگر کسی غیر یادگار اس مہینے کی آخری تاریخ

لکھ چرچہ موصول نہ ہو تو دفعہ ہند کو عدم موصول کی اطلاع دیکر دوسرا پرچہ مفت طلب کیا جائے گا۔ یہ دفعہ ہند نہ ہو نہ ہندوستان کے کسی اور حصہ کا ہو۔

یہ نفع جو جانے کے بعد عدم وصول کی ذمہ داری دفترِ مذکور میں پہنچی، اہمیت پرچہ مہراؤ کرنی پڑی۔ ۳۔ سالانہ خفیہ۔

حالت میں ملٹی وولٹیما جائیگا۔ رقم کا بندوبست آج ہی کیجیے یا وہی۔ پی پر قیمت ادا کرنا ضروری ہے کیسبلیٹ اور مرضی مندرجہ

مقام تبدیل فرمائیں تو دفتر کو مطلع کیجئے تاکہ صبح پتہ درپتہ بھیجا جا سکے۔ استفساری امور کیلئے جو پتہ لکھنا ضروری ہے۔

فائل بوجہ مضامین کا حضرت (۱) اب کا ہا مقاصد مضامین کو شائع کرنے کے لئے کیا حق ادارہ کو ہا

دیکھا ۱۲ ہر مضمون نگار کے خیال کے ساتھ ادارہ کا مقصد الگ الگ ہونا ضروری نہیں ہے (۱۳) ہر مضمون نگار مضمون

مذہبات کے درمیان میں کیا جائیگا۔

ایات لے سے پرچہ صحت (۱) اہل ریہے عریذ جوابے زمانہ عریذی میں (۵) عریذی پیدا لے

در این کتاب که مریدان و بندگان می توانند از آن فیض حاصل نمایند و به جهت این که در این کتاب

اصول بنیاد را چمن - (۱۱) اسانچمن کا مقصد فاضل سلامی اصول "پیشگی اسلام" ہے (۲) اسانچمن کا ترجمہ

اکن ہوتا ہے بشرط صرف کلمہ کوئی ہوگی خواہ اسکا کسی فرقہ متعلق کہوں ہو۔ (۳) تاہم البیقا المدخلین صلی اللہ علیہ وسلم

نبوت کو کافر کا ذب و دجال سمجھتے ہیں اہم مولانا صدیق ویندا جرنل بوٹو نے رسالہ قبا کے دعویٰ صرف ہندوؤں کی د

مسیحیت اور نہ دعوی نبوت ہر اور نہ آئندہ ہوگا۔ (۱) ہر سلسلہ و فرقہ کے بانی کا دل ہی احترام کرتے ہیں (۲) ہر

فرد کا کیوں نہ ہو کہ فرہنگِ شہداء (۱) ائمہ کرام و شہداء کا یقین یہ ہے کہ قرنِ اولیٰ میں اسلام پہنچی صورتِ سرمدیان میں۔

# فہرست مضامین ماہنامہ آوازِ نبیؐ

## بابتہ ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ

صفحہ	مضامین	مضامین شمار	مضامین
۱	ہندو سلطنت کا باقیقی مرکز	مدیر	۱
۲	اسلام اطفام حیات ہے	مولوی نذیر علی نقوی، صاحب سبیل اسلام (میں میں)	۸-۱۲
۳	ماہِ سادہ کی طاعت فرض میں سے	مولوی نذیر علی نقوی (میں میں)	۱۲-۱۶

## قانون ”آواز“ سے کچھ

س شاعر میں تم تو اب ”آواز“ سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ اس مذہبی پرچہ کی توسیع اتنا سے میں کوشش فرمائیں۔ باوجود انی کاغذ و حیرت شکلات یہ نظام کیا لیا ہے کہ ہر ماہ ہلالی کے دوسرے ہفتے میں پرچہ شائع ہوا کرے خاص مضامین کی قیمت کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ ہفتہ میں ایک نمونہ ”حیدر آباد کا معاہدہ فی حق“ شائع ہوا گا۔ جو ایذا نوعیت میں خاص ہو گا۔

## منیج ماہنامہ آواز۔ کن۔ آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد ونصلي على رسول الكريمة

[illegible]

ہمنا ملا

جبلہ

191

ہندو مسلم اتحاد کا حقیقی مرکز

ہندوستان ایک خطرناک سیاسی انقلاب سے گزر رہا ہے۔ جنگ ن بدن قیہ۔ ب تر ہوتی جارہی ہے اگر بری زنی حملے کے فطرت بڑھتے جا رہے ہیں تو گاندھی جی کے حکومت برطانیہ سے ”پٹے جاؤ اور ہندوستان چھوڑ دو“ کے مطالبے نے اندرونی یعنی پیدا کردی۔ کانگریس کے ذمہ دار اراکین قیہ بگاڑ قرار دے چکے۔ آزادی کے حد سے بڑھتے ہوئے جو شہن کا کنگریسی اراکین کو فساد پر آمادہ کر دیا۔ م طرف قطل آتش دگی۔ بہت سامانی اور ذرائع آمد و رفت ورس۔ رسائل کو برباد کر نیکی کوشش کیا رہی ہے۔ مضمرے دل سے یہ تک غو نہیں کرتے کہ اگر ہندوستان ان ہی کا ہے تو موجودہ اسباب کی بربادی برطانوی حکومت کا نقصان نہیں بلکہ خود انکا اپنا نقصان ہے۔ وہ منظم مافی زندگی کے بجائے غیر منظم زندگی بسر کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔ وہ مزاج کو غلامی پر ترجیح دینے ہیں۔ لیکن نہیں سوچتے کہ مزاج کا مستقبل ایک کے بجائے سینکڑوں کا غلام بنادینگا۔ اگر کانگریس کی موجودہ جدوجہد ایک طرف اعلیٰ چینی عشا ہے تو دوسری طرف غیر شعوری طور پر یہی صحیح خارجی حملہ آور کی بالواسطہ امداد اور سامعی جنگ میں رکاوٹ ہے۔

**سیاسی بے اعتمادی** کانگریس کے اس طرز عمل سے دیگر سیاسی جماعتیں بے تعلقی اور بیزارگی کا اظہار کر رہی ہیں۔ وہ باہمی سمجھوتہ کے بغیر "انگریز ہندوستان چھوڑ دینے کے مطالبہ کو کانگریسی اقتدار کے ہم معنی سمجھتی ہیں۔ جبکہ اڑانی سال تلخ تجربہ وہ اٹھا چکی ہیں۔ کانگریس مصر ہے کہ انگریز کے جائے بغیر باہمی سمجھوتہ ممکن نہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود گاندھی اور کانگریس پر چار کرتے رہے ہیں کہ "ہندو مسلم اتحاد اور مشرکہ مطالبہ اور جدوجہد کے بغیر آزادی ناممکن ہے کانگریس یہ اعلان کر چکی ہے کہ برطانوی حکومت مسلم لیگ کو اقتدار سونپ دے۔ اور صدر مسلم لیگ نے اقتدار لینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنی اسلامی تائیدی روایات کے موافق ہر ایک جماعت کو برابر کے حقوق دینے کی پوری کوشش کرے گا۔ اس سے فوجی و انتظامی حاکمیت کا علم اس سے فوجی وقف ہے کہ کوئی جماعت اچھی حکومت اس وقت تک قائم نہیں کر سکتی جب تک اس کو دیگر جماعتوں کا تعاون حاصل نہ ہو۔ جس کی وضاحت خود گاندھی جی ایک بیان کے ذریعہ کر چکے ہیں۔ اس لئے صدر مسلم لیگ نے کانگریسی رہنما کے اس اعلان کو "گٹھ جوڑ" اور اقتدار دینے کا مفہوم قرار دیا۔ جماعتوں اور تنظیمات کی یونٹی لیگ۔ مسلمانوں اور مسلم لیگ کو اقتدار سونپ دینے کے اعلان پر مضطرب ہیں۔ کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاکستان تسلیم نہ کر لیا جائے۔ پاکستان کی تیسرے کونٹا سمجھوتہ ہے یا مبنی حکومت اور برابری نمائندگی پر کانگریس۔ اچھوت مت پر مہانتھما۔ تنظیمات کی یونٹی لیگ۔ مسلمانوں میں مسلم لیگ کانگریس کے وعدوں پر اسی طرح مطمئن نہیں جتنے کانگریس کو برطانوی حکومت کے اس وعدہ کا یقین نہیں کہ بعد اتمام جنگ ہندوستان آزاد کر دیا جائے گا۔ یہ طرف بے اعتمادی کا بازار گرم ہے۔

**حکومت اسلامیہ اصفیہ** گاندھی جی نے اپنے ضمنی مقصد کے ہندوستان میں اہل ان ریاست کے مقصد (انجاء) میں مداخلت کا فیصلہ کیا ہے۔ دیہی ریاستوں کا تعلق راست تاج برطانیہ سے ہے۔ وہ برطانوی ہند کی مجلس قانونی کی ماتحت نہیں۔ وہ کبھی کانگریس کی مداخلت کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ خصوصاً حیدر آباد کا آئینی اور معاہداتی مقصد ایک آزاد اور خود مختار مملکت ہے جو باہمی معاہدات کے ذریعہ برطانوی حکومت کی حلیف ہے۔ یہ قانون میں عمل و آمد کی وہ حیثیت نہیں جو قانون موضوعہ کی جوتی ہے۔ معاہدات کے ذریعہ حقوق و ذمہ داریوں کا پیدا ہونا قانون موضوعہ میں داخل ہو۔ کسی معاہدہ کے ذریعہ حیدر آباد نے اقتدار اعلیٰ کے سنائی کوئی شرط قبول نہیں کی۔ وہ معاہدات جن کو خواتین کی حکومت نے خود کو خلیفہ مملکت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ یہ اعلان دیا گیا کہ۔



”ہم کو نظام الملک لکھنؤ کا ممنون ہونا چاہیے جنھوں نے اپنی اعلیٰ فراست سے اپنے خاندان اور رعایا کو بیرونی مداخلتوں سے محفوظ دامن کر کے خود مختار بنایا۔ اس عظیم انسان واقعہ کی یاد اس قابل ہے کہ اس کو داتا تازہ کہیں۔ اور قومی زندگی کے اظہار کیلئے مذہب کو تیش عمل میں لائیں، چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دیرتوں سے محفوظ ہے۔ اس لئے اس کو بین وقعہ حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال و مطمئن بنائے۔ مملکت حیدر آباد نے آئینی طور پر اندرونی مداخلت کو کبھی برداشت نہیں کیا۔ اور مملکت حیدر آباد کا کوئی فرد جب تک کہ اس کے جسم میں آخری قطرہ خون باقی ہے کسی بیرونی مداخلت کو خودادہ مشورہ کے رنگ ہی میں کیوں نہ برداشت نہیں کر سکتا۔

لاڈلنی سیاست کا نتیجہ | داخلی بے چینی نے اگر ایک طرف برطانوی ہند کی سیاسی جماعتوں میں اختلاف کی خلیج کو بڑھادیا ہے تو دوسری طرف دیسی ریائیتیں اور مملکت حیدر آباد بھی اس بے چینی سے متاثر ہو رہی ہیں۔ اس کی اہل وجہ یہ ہے کہ موجودہ سیاست میں شعور انسانی کے بہترین عنصر مذہب سے انکار کر دیا گیا۔ ہندوستان کی آزادی کا بند بائلک دعویٰ کرٹ والوں نے مغرب کی ذہنی غلامی اختیار لی۔ یہ روپ کے ذہنی غلام اپنے آفاقی طرز سیاست سے ایک قدم ہٹا گوارا نہیں کرتے۔ اور جب تک اس ذہنی غلام سے آزاد نہ ہوئے باہم تعاون ممکن ہے۔ مغربی سیاست ایک دیوبے زیر ہے جو مذہبی و اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہو چکی ہے۔ مغرب کا سیاسی نظریہ یہ ہے کہ مملکت و مذاہب سے بالاتر ہے۔ اور اپنی بقا و قوت کے لئے کوشاں رہتا ہے، چاہے یہ کیوں ہو۔ یہ عقل ہو۔ مذہب و اخلاق سے سیاسی فوائد کے حصول میں مدد ملتی ہو تو انہیں اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس ابن الوقتی کی تعلیم پر ہندوستانی سیاست کاروں نے عمل کرنا ضروری سمجھا۔ اور اپنی سیاست کو مذہب و اخلاق سے آزاد کر لیا۔ مذہب کو پرايوٹ اور خفاگی قرار دیا۔ جب سیاست اخلاق سے آزاد ہوئی۔ تو ایک دوسرے پر اغما د کیلئے ہونے لگا۔ لیکن نہیں کہ ایک سیاسی جماعت بعض وقت دوسری جماعت کی اچھی بات کو بھی سیاسی چال بازی سمجھنے موجودہ سیاسی اصطلاح میں مملکت کے فائدے کے لئے دوسروں سے برائی بھی اخلاق سے تاپنے جماعتی مفاد کی خاطر دوسروں کو نقصان پہونچانا سیاسی اخلاق نہیں تو اور کیا ہے؟ جب اخلاق کا مفہوم ہی بدل گیا تو دوسری جماعتیں بے اطمینان نہ رہیں تو اور کیا کریں؟ کیونکہ بہت ممکن

ہے کہ بظاہر اچھی باتیں اپنے پیچھے برے منسوبے پوشیدہ رکھتی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک سیاسی جماعت دوسری جماعت کی ہر بات کو شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اگر لادینی سیاست کچھ پیدا کر سکتی ہے تو وہ بے اعتمادی اور بے اطمینانی۔

**فہمیت خلافت شریعہ و مہم راج سبھا** تمدن نے نظام میں اسی ذلت صحیح تبدیلی دیکھی ہے۔ جبکہ دل بدلیں۔ کوئی نئی دنیا خانہ وجود اختیار نہیں کر سکتی

جب تک کہ اس کا وجہ و پہلے انسانوں کے فہم میں مشکل نہ ہو جائے۔ مادی اتحاد کا انصار، رومانی اتحاد پر ہے۔ ہندوستان میں مذہبی ہم کی اقوام کو سیاست کے ذریعہ نہ کرنا وہ خواب ہے جو کبھی منت کش تعبیر نہ ہو گا۔ یہاں اقوام کی بنیاد مذہب پر ہے۔ مذہب ہی کے ذریعے مادی اتحاد ہو گا۔ ہم آہنگی ممکن ہے۔ اور دنیا و دلی تبدیلی مذہب کے بغیر ممکن نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یقین ہے کہ مذہب نہایت اجتماعی ہے۔ اور مذہب ہی کے ذریعے انسانیت کی بہتر صورت ہو سکتی ہے۔ اور اسی میں انسانی استعدادیں اعلیٰ لگائی جاسکتی ہیں۔ اس نے اقوام ہند کو باہر کی جانب متوجہ کیا۔ اور اس نے پھر ایک بار موجودہ عالم گیر بے پیمانی میں اقوام ہند کے اتحاد کے لئے ایک مذہبی تحریک پیش کی۔ ۱۲ ارب کھروار اکین، ہندو ارجنن نے علماء اکرام و شاخین ظلم کو دعوت دی کہ موجودہ پریشان حالی میں کوئی ایسی مذہبی مرکزیت پر غور کریں جس پر تمام متحد ہو سکیں۔ حضرت مولانا صدیق دیندار جن بسویشہ صاحب قبل نے تفصیل سے یہ واضح فرمایا کہ اسلام کی مذہبی مرکزیت خلافت میں ہے۔ جو ان کے خوف کو امن سے بدل سکتی ہے۔ یہ خلافت نصیب ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ ہر زمانہ میں خلافت کی ضرورت محسوس ہو سکتی ہے۔ آپ نے قرآن کریم احادیث سے یہ بھی واضح فرمایا کہ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ مسلمانوں میں تحقیقی معنوں میں اسی طرح خلافت قائم ہوگی۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھی۔ آج کے قرآن کریم سے خلیفہ کا مینار بتایا کہ وہ آزاد جموں اور شہیدانہ۔ یہ وہ ہے جس کی نجات کے لئے وہ کی مسند مذہبی کتب میں بھی یہ زمانہ ہم مہم راج کے قیام ہے اور یہ وہ مذہبی مسئلہ ہے۔

اقوام ہند متفق ہو سکتی ہیں۔ اس مجلس میں متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ ایک جماعت قائم کی جائے جو کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اس مسئلہ کی اشاعت کرے جس کا نام بغلبہ آراء، ”جمیعت خلاف بشرہ“ رکھا گیا جس کو ہندوؤں کی مذہبی اصطلاح میں ”دھرم راج سمجھا“ کہا جائے گا۔ اس جمیعت کے صدر حضرت مولانا صدیق دیندار صاحب قبلہ اور نائب صدر حضرت مولانا سید شاہ نور احمد حسینی نائب افتخاری قرار دے گئے۔

**خلافت بشر (دھرم راج) کانفرنس** | اور یہ طے پایا کہ ۱۲-۱۳ نومبر ۱۹۴۲ء بمقام حیدر آباد خلافت بشرہ ۲۰ م راج کانفرنس منعقد کی جائے جو اپنی نوعیت میں بے نظیر ہو۔ اور ہندو مسلم زعماء کو مدعو کیا جائے کہ وہ اس مسئلہ پر غور و غوص کریں۔ ”جمیعت خلاف بشرہ“ اس کانفرنس میں جلالت الملک اعظمیت میسرمان علیاں بہادر خلد امڈ ملکہ و سلفظہ کے متعلق مسلمانوں کے بشر خلیفہ اور ہندو دھرم کی پیش گوئی کے مطابق دھرم راج ہونے کا جس قدر ثبوت ملا ہے پیش کرے گی۔ اور ہر شخص کو حق ہو گا کہ وہ کسی پر اعتراض کئے بغیر اپنے خلیفہ یا دھرم راج کو پیش کرے۔ اس کانفرنس کی تفصیلات اشتہار شائع شدہ سے ملکتی ہیں۔

**یہ مذہبی تحریک ہے** | یہ ایک مذہبی تحریک ہے جس کو سیاسیات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ”جمیعت خلاف بشرہ“ کا مقصد انسانیت کی مذہبی خدمت ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ اس مصیبت کے زمانہ میں اقوام ہند پر ہمارے مذہبی بزرگوں نے یہ احسان کیا کہ دھرم راج یا خلیفہ بشر کی نشاندہی کر دی ہے۔ جس سے عقیدت و وابستگی ہمارے چین و امن کا باعث ہو سکتی ہے۔ یہ مذہب کا انسانیت پر احسان غلط ہے۔ چون کہ جمیعت اعظمیت خسر و دکن نصف سابع خلد امڈ ملکہ و سلفظہ کو اس کا مصداق سمجھتی ہے۔ اس لئے ہر اس ادارے کو اپنا سہجہتی ہے جس کو ذات شانانہ سے عقیدت ہو۔ یہ کوئی سیاسی ادارہ نہیں بلکہ مذہبی تحریک ہے جو بلا تفریق مذہب و ملت انسانیت کی خدمت اس کا مقصد و حید ہے۔

اس کے سوا اس تحریک کا کوئی اور مقصد نہیں۔ وہ اپنوں کو اپنا بنانا چاہتی ہے۔ وہ ذاتِ شامنا کو ہندو مسلم اتحاد کا مذہبی مرکز یقین کرتی ہے۔ مذہب اتحاد سکھاتا ہے۔ آپس میں، سیر رکھنا نہیں سیکھانا۔

**مسلمانان ہند کی قیادت** | یہ تحریک سے بیرون حیدرآباد کے علاقوں کی کامیلت۔ اقتدار اعلیٰ میں کوئی رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ خالص مذہبی اور انسانیت کا مسئلہ ہے ۲۴ جنوری ۱۹۱۵ء کے ایک خط میں جس پر جارج پنجم کے اپنے دستخط ہیں تسلیم اور اقرار کیا گیا ہے کہ منور نظام ہندوستان میں "سب کی قیادت کرنے والے اسلامی والی ریاست کی حیثیت سے لطف اندوز ہیں۔"

**حکومت کی بہترین خدمت** | حیدرآباد کا استقلال و کامیلت اور داخلی امن ذاتِ شامنا نہ سے بچنے اور غیر متزلزل عقیدت میں ہے۔ اس مذہبی تحریک کے ذریعہ اگر ذاتِ شامنا سے عقیدت رکھنے والے نمایاں ہو جائیں گے تو وہ بدخواہ بھی بے نقاب ہو جائیں گے جن کی زبانوں پر تو ذاتِ شامنا کی تعریف و توصیف ہوتی ہے لیکن ان کے دل مملکتِ حیدرآباد کے متعلق بڑے منسوبے باندھتے ہیں۔ وہ ہر وقت بیرونی مداخلت اور دراز دستیوں کے خواہاں ہوتے ہیں اور رعایا کو براہِ عالی میں منافرت پھیلانے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

**استدعا** | ہم بلا تفریق مذہب و ملت ہر مذہبی پیشوا سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اس بے چینی و فساد کے زمانہ میں اس مسئلہ کے حل کے لئے دعا کرے اور اپنی مذہبی کتب سے اس کا حل دریافت کرے۔ اور ہر تحریک کے رکن سے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس مذہبی مسئلہ پر غور کر لے۔ مادیت اپنے نتائج دکھا چکی۔ وہ روحانیت کے دامن میں پناہ لے۔ حقیقی اتحاد اور اطمینان اسی میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# اسلام انطا حیات

## از

مولوی محمد عبید القادر صاحب مبلغ اسلام دیندار انجمن

سادہ کا دعویٰ رات بے بیضا، رات کو دن کر دینا، کبھی اعضائے جسم کا سوکھا دینا، پاریسی کی شعلہ نوازیوں کی عیسائی کی کلیں، دعائیں، فقیہوں اور فریبیوں کی رہبانیت، علم کے سجدے اور الہانہ مناسک حج کیا ایسی چیزیں ہیں جو نظر انداز کر دی جائیں؟ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ انسانیت ورا، الورئی مہنی کی تلاشی ہے گو یہ کہ وہ اسے کھو چکی ہے اور اس کی راہ میں گداز ہو جانا چاہتی ہے اور اپنا سب بچہ کہہ کر اپنے محبوب حقیقی کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا انسان سے نظر عقیدت حاصل کرنا کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انسانیت اپنے گم شدہ محبوب کی تلاش کر رہی ہے؟ کیا محض پروپکندہ ہے؟ کیا انسانیت باوجود اختلاف رنگ اور ملک و نسل و زبان اس ایک چیز میں متفق نہیں؟ کیا زمانہ قدیم میں ایسے وسائل تھے کہ اقوام عالم ہر بات میں مختلف مونیے کے باوجود ملکر آپس میں تبادلہ خیالات کر کے ایک عقیدے پر متفق ہو جائیں؟ اگر نہیں تھے تو کیا ابا عظیم الزمان اجماع اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ انسان کی فطرت میں یہ عقیدت و دلالت ہے مذہبی احساس کے اس قدر ہم گیر اور عالم گیر ہونے کے باوجود مفہوم مذہب کے متعلق مختلف نظریے ہیں۔ بعض نے انسان کو اتنا ذلیل سمجھا کہ اسکی فطرت میں گناہ ہے۔ وہ موروٹی گناہ گار ہے۔ وہ کسی صورت میں گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ وہ کسی خیر کے قابض نہیں۔ اس پس فطرتی سے اس کی نجات اسی وقت ہو سکتی ہے

جب کرسچ کے کفارہ پر ایمان لائے۔ اس تخیل نے عمل کو بیچ سمجھا اور انسان کے ایک کئیہ گروہ کو عملی دنیا سے الگ کر دیا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ انسان اپنی ہمتی کے قابل نہیں۔ اسکا نروان (نجات) اسی میں ہے کہ خود کو ہلاک کر دے۔ ہندو فلسفہ میں انسان کے تین قسم کی جہانیت کو اس کی روحانی ترقی کا روک سمجھا گیا۔ ہی وجہ ہے کہ اس میں طرح طرح کی جاں گداز و تکلیف دہ ریاضتوں کی تعلیم دی گئی۔ فلسفہ یونانی نے مذہب کی بنیاد پر ”ایمان“ کو ”شک“ سے بر رکھی جو مطلق انسان طور پر انسانی زندگی پر عاید کئے گئے ہیں۔ انسان ذاتی جدوجہد سے اپنی زندگی میں کوئی تیز پیدا نہیں کر سکتا۔ قدیم ایرانیوں نے انسان کو خالیاں پر ان و اہرمن (خیر و شر) کے ہاتھ میں کٹ پتلی سمجھا۔ ان ہی تخیلات مذہب نے جان کا ہنفس کشی اور ناقابل برداشت ریاضتیں پیدا کر دیں جن کے نتیجہ میں انسان مادی زندگی سے گریز کرنے لگا۔ اور مذہب صرف روحانی زندگی کا نام ہو گیا۔ مادی دنیا سے علیحدگی ہی میں نہایت ہی جانے لگی۔ جبکی وجہ پیر و ان مذہب مادی و جہانی ترقیات سے محروم ہو گئے۔ فلسفہ جدید نے ان سابقہ تخیلات کے نتیجہ کی وجہ مذہب کا مفہوم ہی بدل دیا۔ اس کے نزدیک مذہب صرف خدا اور بندے کے تعلق کا نام ہے اس لئے مذہب کو انفرادی و پرائیوٹ حیثیت دی گئی۔

مفہوم مذہب کے جدید تئیں کا علم بردار میکینا دلی ہے جس نے مانی کے نظریہ ”شناہیت روح و مادہ“ کو بلا تنقید قبول کر لیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ تخیل پیدا کیا کہ روح کا تعلق اللہ تعالیٰ سے اور مادہ کا دنیوی زندگی سے ہونا چاہیے۔ ہی وجہ ہے کہ اس نے مذہب کی اجتماعی حیثیت سے انکار کر دیا اور مذہب کو سب کو سب سے جدا رکھنے کی تعلیم دی۔ اس نے صاف صاف کہا کہ حکمت کو مذہب و اخلاق سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اور ہندوستان میں قانوناً مذہب آزادی کا بھی حکومت نے زد کیا۔۔۔ ہی مفہوم ہے۔ ملا۔ ابوالہجوم نے انکو جو نا بھی ماننے کا چرچا کرتے ہیں یہ طعنہ دیا کہ ۵

۵۔ مٹا کر جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت سب نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد زمانہ حاضرہ میں یہ خیال بالکل عام ہو گیا ہے کہ مذہب انفرادی چیز ہے جس کو عبادت اور گھر تک محدود رہنا چاہئے اور دنیوی معاملات میں مذہب کو دخل نہ دینا چاہئے۔ چنانچہ بھولا بھائی دیسائی نے ایک مرتبہ کہا۔

”اب یہ ناممکن ہو گا کہ کوئی ایسا نظام حکومت قائم کیا جائے جس کی بنیاد مذہب پر ہو۔ اب وقت آچکا ہے کہ ہم اس امر کا اذعان کر لیں اور اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ مذہب اور خدا کو ان کے مناسبت مقام یعنی آسمان کی بلندیوں پر رکھ دیا جائے اور انہیں خواہ مخواہ زمین کے معاملات میں گھسٹ کر نہ لایا جائے۔ ہندوستان نامزمودہ ستمبر ۱۹۲۲ء اگر اس تخیل کے پس منظر کا بنیاد رکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ تخیل سابقہ مذہب کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ مذہب و شریعتیں لوگوں کے لئے بطور نسخہ ہوتی ہیں جس طرح ایک ہی طبیب مختلف بیماریوں کی حالت کے مطابق مختلف نسخے تجویز کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بس لوگوں کے مختلف حالات کے مطابق تجویز کر چکا چھٹی صدی عیسوی کے پیشہ تعلقات میں الاقوام عام نہ تھے۔ ایک قوم دوسری قوم سے جدا تھی۔ ایک ملک سے دوسرے ملک علیحدہ تھا۔ اس لئے جتنے مذاہب و شریعتیں ہوئیں، وہ عالمگیر اور ابدی نہیں تھیں وجہ ہے کہ اقصائے زمانہ کے مطابق تعلیمات نازل کی گئیں۔ مثلاً جب بنی اسرائیل عرصہ دراز تک محکوم رکھ کر بے عزت ہو گئے۔ تو اس وقت ان کو غلامی سے نجات دلانے کیلئے خدا نے یہ نسخہ بھیجا کہ تم ہر شہر و قلعہ کا انتقام لو۔ کان کے بدلے کان۔ ناک کے بدلے ناک آنکھ کے بدلے آنکھ۔ اسی طرح پرزور و تحریکوں سے ان میں جوش و انتقام پیدا کیا۔ اور جب چودہ برس کا مباحرہ گزر چکا اور حضرت مسیح کا زمانہ آیا تو بنی اسرائیل نہایت انتقام گیر اور کینہ توز تھے۔ اس وقت انکے لئے یہ نسخہ دیا گیا کہ اگر کوئی تیرے دھننے گال پر تھپڑ مارے تو بائیں گال بھی اس کے آگے کر دے۔ چونکہ یہ مذہب موقتی اور محدود المقام تھے اس لئے مخاطب اقوام کی زندگی کا جو شعبہ بھی بگڑ جاتا تھا صرف اس کی اصلاح کی گئی۔ اور کسی مذہب کی تعلیم انسانی زندگی کے

تمام تر شعبوں میں متحرک نہ تھی۔ لیکن جب ان مذاہب کے پیروں نے انکو باقی رکھنے کی کوشش کی تو بجائے ترقی کے تنزل کی طرف جانے لگے۔ چنانچہ سو لہویں صدی عیسوی تک جب کہ یورپ پر عیسائیت کا کامل تسلط رہا تو ام یورپ کے لئے ترقی کی راہیں مسدود رہیں جس کی وجہ سے دنیا دلی نے مذہب کے نظام حیات ہونے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کے پیش نظر سو لہویں صدی عیسوی کی عیسائیت واقعی میں کسی ہوش مند انسان کے لئے روحانی تشفی کا سامان شکل ہی سے مل سکتا تھا اس کے سامنے شہنشاہیت و پاپائیت کی، اہنی جنگ اور خود کشیائی گرد ہوں کا انتشار بھی تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں تعلقات بین الاقوام کی راہیں کھل چکی تھیں جب کہ ایران اور روم کی حکومتوں کی زمینی بھوک نے ان کو مختلف ممالک فتح کرنے اور توسیع مملکت پر مجبور کیا جس کے نتیجے میں ایک ملک دوسرے ملک سے متعلق اور ایک قوم دوسری قوم سے قریب ہو گئی۔ لیکن جہاں انسانیت میں میل جول کے ذرائع بڑھ رہے تھے وہیں مرور زمانہ کی وجہ مذاہب کی تعلیمات اہل حیثیت میں باقی نہ رہی تھیں اور تمام اقوام اخلاقی بندھنوں کو توڑ پھینکے تھے۔ طرح طرح کے روحانی امراض پھیل چکے تھے اور انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو بچر نہ چکا ہو۔ تب ایک عالمگیر اور اکمل نئے بصورت اسلام نازل کیا گیا جس کی تعلیمات انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لئے ہیں اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس سے متعلق اسلام نے اکمل تعلیم نہ دی ہو۔

اسلامی فلسفہ نے تنزیت روح و مادہ کو ایک بڑی فلسفیانہ غلطی قرار دیا کیوں کہ انسان ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے جسکو روح و مادہ میں تقسیم کرنے کے بعد اس کی اہل مشیت باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ جسم کے بغیر روح بیکار ہے اور روح کے بغیر جسم ایک بیجان چیز ہے۔ روح و مادہ انسانی زندگی کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ہماری ظاہر و باطن سے عبارت ہے۔ اگر باطن جو ہر چشمہ اعمال ہے گند لاہو جائے تو ظاہر بھی ٹھیک نہیں رہ سکتا۔ ظاہر کا اثر باطن پر اور باطن کا اثر ظاہر پر پورے طور پر مشابہت ہے۔ مثلاً ہمارے جسم کو جو ٹ لگے تو حالانکہ ہمارا باطن کو مار نہیں لگتا مگر جبر بھی ہمیں باطنی اور روحانی تکلیف



ہوتی ہے۔ ہمارا رشتہ دار انتقال کر جائے تو اس سے باطنی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ظاہر پر یہ اثر ہوتا ہے کہ چہرہ مکدر، غم آلود ہو جاتا ہے اور میا ختہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں ہمارا باطن و ظاہر ایک دوسرے سے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جہاں باطن کے لئے ہدایت دیتا ہے وہیں ظاہر کیلئے بھی ایسی تعلیم موجود ہے۔ مذہب محض جذبہ نہیں بلکہ وہ شعوری و وجدانی کیفیت ہے۔ جذبہ مادی حرکت کا نتیجہ ہوتا ہے اور وجدان و شعور مادہ نہیں کہونکہ مادہ زمان و مکان میں محصور ہوتا ہے اور خود زمان و مکان میں محدود نہیں جذبہ وجدان میں یہ فرق ہے کہ جذبہ فطر اپنی حد تک محدود ہوتا ہے دوسرے جذبات کو ابھار نہیں سکتا غصہ ایک جذبہ ہے جو رحم کے جذبہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ وجدان مختلف اوقات میں مختلف جذبات پیدا کر دیتا ہے ہمارے بعض جذبات کو ابھارتا اور بعض کو دباتا وجدانی کیفیت میں جذبات کی دو بچھاؤں ہوتی ہے عشق ایک وجدانی کیفیت ہے جس میں مختلف جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی محبوب کی بے انتہائی رنج و غم کا باعث ہوتی ہے کبھی ادنیٰ سی توجہ خوشی و انبساط پیدا کرتی ہے اور کبھی رقیبانہ تعلقات غصہ و انتقام کے جذبہ کو ابھارتے ہیں جبکہ مذہب شعور و وجدان سے ہے تو ہماری زندگی کا ایک شعبہ نہیں ہو سکتا وہ نہایت اجتماعی ہے جو ہماری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے وہ ایک نظام حیات ہے نہ؟ ہاں۔ نہ۔ کیلئے شیعہ پر جاوی ہے اسلام میں مذہب کا تصور یہ نہیں۔ کہ بندے اور خدا کے تعلق کا نام مذہب ہے اسلئے وہ ہماری زندگی کا شعبہ ہے بلکہ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ ”انسان کا اللہ تعالیٰ و کائنات سے تعلق کا نام مذہب ہے“ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اسلام کیا ہے؟ ارشاد ہوا اطاعت لاموال اللہ و شفقت علی خلق اللہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی اور اسکی مخلوق پر شفقت یہی وجہ ہے کہ اسلام ہماری زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق تعلیم دیتا ہے۔ وہ نہایت اجتماعی انسانیت کا ایک مکمل مذہب ہے جس سے انسانی زندگی کا کوئی شعبہ باہر نہیں رہ سکتا تمدن معاشرت سیاست معاشیات و اقتصادیات غرض کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جسے متعلق اسلام نے تعلیم نہ دی ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کوئی شعبہ غیر مذہبی نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکا مذہب نظام حیات ہے جو اسکی دنیوی زندگی سے علاوہ نہیں اور نہ انفرادی اور پر ایٹوٹ ہے۔ اگر مسلمان کی سیاست مذہب سے آزاد ہو گئی تو وہ سیاسی غیر مسلم ہو گا۔ اگر اسکی معاشی زندگی اسلامی نہ ہوئی تو وہ معاشی غیر مسلم کہلائے گا۔ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے غلطی کہتا ہے ہائی کیا ہو اگر مذہب گیا۔ میں کہتا ہوں کچھ ہائی یہ گیا تو کبھی نہ



دست ہی کہتے ہیں کہ عالم و فاضل برہمن جو دین و شائے کے امروں و راجہ کو خوش و دیکھتے ہیں گروہ راجہ کو اپنے حکم کا پابند نہیں کر سکتے۔  
 بیاس جی مہاراج کا قول ہے کہ راجہ کا دیر ساری مخلوق نے انھیں بڑے بڑے اسلئے کے بچہ کی پابندی اور اس کے حکم کی بجا آوری پر جاکا  
 پر دم دہرم ہے۔ تاہم کہتے ہیں کہ کش پر جاتی دنیا کا پہلا راجہ تھا اور وہ نوکا بیٹا تھا جو برہمن کے واسطے خلق کیا تھا کہ وہ  
 رعایا کو اپنے پوسے اور دنیا پر حکومت کرے اور امن امان کو دنیا میں قائم رکھے اسکی اطاعت دینا بھی کرتے تھے۔ گوتم ششی کہتے ہیں کہ  
 دنیا راجہ کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی اس میں بیاس راجہ کا وجود دیا ہی ضروری ہے جیسے ہم کہیں جان کا وجود ضروری ہے۔ بیاس جی جو  
 دینک دہرم کے سب سے بڑے مغیرہں فرماتے ہیں کہ راجہ جو اپنے کا شریک پیدا ہو تاکہ اس دیناؤں کا ایتھ اور برہمنی کا ایسا گیا  
 ہو تاکہ عام لوگوں کی عقل اور عام لوگوں کا شعور اور اسکی عقل کو نہیں پہنچ سکتا وہ پرانا مانا کائنات لیکر دنیا میں پیدا ہوتا ہے اور اسلئے  
 پیدا ہوتا ہے کہ پر جاکر حکومت کرے اور پر جاکا اسکی اطاعت و فرمانبرداری کا فرض جبالٹے۔ منوجو ہندو قانون کا سب سے براہمن  
 وہ راجہ کے حقوق اور اسکی اطاعت کے واجبات کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ایشور راجہ کو پر جاک کی خرافت اور ملک اری و ملک کیری کیلئے  
 پیدا کرتا ہے۔ راجہ کا دہرم یہ ہے کہ وہ پر جاکا پالنی اور اسکی خرافت کے غلاموں سے غلاموں کو بچائے غلاموں کو سزا دے اور غلاموں  
 کی رक्षा کرے رعایا کا فرض یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی حق من سے شغول رہے جو شخص اسکی اطاعت  
 محض ہو جائے اسکو اس لوگ میں پناہ ملتی ہے اور نہ اسکا نہ پر لوگ میں ملگ سکتا ہے اسکو پر لوگ میں بھی نجات نہ ملے گی جسے بادشاہ  
 وقت سے نبوت کی پابندی اسکی اطاعت سے انحراف کیا ہو جس پر جانے راجہ کی اطاعت سے انحراف کیا اور سرکشی کی اسنے گویا اپنے لئے نرک کا  
 راستہ نکالا اور اسنے اپنے پر لوگ کو تباہ کیا۔ متو کہ نزدیک اس میں بیاس فرود گئے کہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ راجہ  
 اور برہمن لیکن شریٹھیکہ وہ دینا پانی یعنی دیدوں کے غلام کا عالم ہو۔ راجہ کا فرض یہ ہے کہ وہ ملک گیری اور ملک کا رعایا پر حکومت  
 اور رعایا کی پرورش و پرداخت کا فرض جبالٹے برہمن کا فرض یہ ہے کہ وہ دہرم کا پیش کرے۔ دینا ہے پڑائے اور ویدوں مذہب کا  
 پرچار کرے۔ وہ راجہ کو اگر ضرورت ہو تو مشورے اور راجہ کے حکم سے امور مملکت اور امور دھارم و عدل کو طے کرے لیکن راجہ کی اطاعت  
 و فرمانبرداری برہمن پر بھی غرض گرانی گئی ہے۔ وہ راجہ کے حکم کے خلاف دہرم نہیں کر سکتا جو برہمن نافرمانی کرے راجہ کو واقعہ ہے اسکو  
 اپنے دل سے نکال دینا کہ ہندو مذہب میں راجہ کا مرتبہ خدا کے بعد یا تو رب کے برابر مانا گیا ہے اور یہ طے کیا گیا ہے کہ راجہ  
 حکم سے سربازی کی اسنے گویا خدا سے سرکشی اور سربازی کی اور یہ ظاہر ہے کہ خدا سے سرکشی کے کوئی شخص یہ کہان رہ سکتا ہے۔ اور  
 ہندو مذہب کے علاوہ ممبر کی قدیم تہذیبی قوم کا مذہبی قانون یہ تھا کہ فرعون وقت و آنکھ سے بڑے دینا امن را کا نائب رعائین ہے

پہلے ص ۳۷ علامت ص ۳۷۔ وہ مذہب اعلیٰ دونوں کا گنہگار ہو گا اور اسکو جو سزا دی جائے گی وہ حق بجانب ہوگی اسلئے  
 اسکو گواہ پناہ بادشاہ ذبیحہ و عطر نہ نکالنا کی اطاعت کو فرض عین گردان کر اپنی قومی اور مذہبی روایات کو قائم رکھو۔  
 اور بینات میں کروہی تمہارا فرض زندگی ہے۔ خدا شاہ شمان زندہ باد !!!





# دیندار کُتب خانہ کی چند کتابیں

دیندار چرن بوشیورا مصنفہ حضرت مولانا صدیق دیندار چرن بوشیور صاحب قبلہ تاج سے تقریباً نو سو سال پیش بزرگانِ اقوام دکن نے اپنی کتابوں میں ایک انسان کی آمد کی بشارت دی ہے جو دیندار اور مسلمان ہو گا اور اپنی قوم کو یہ ہدایت دی ہے کہ اس کے ساتھ ہو جائیں اور مذہبِ اسلام قبول کر لیں۔ یہ پیشین گوئیاں بارہ ہزار فقرات میں ہیں اس میں (۹۶) زمین و آسمان کے نشانات میں جن میں سے اکثر لفظ بلفظ پوری ہو چکی ہیں اور دیندار چرن بوشیور کے (۵۶) نشانات ہیں جو کل کے کل حضرت مولانا صدیق دیندار چرن بوشیور صاحب قبلہ میں پائے جاتے ہیں اس کتاب میں مختصر گرامر کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اس کتاب کا مطالعہ ہندوستان کے ہر انسان کے خالی از فائدہ ہو گا قیمت ۳۴

قواعد حرب۔ مسلمانوں میں عسکری نظم و دیگر جنگی و ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے اس میں وہ تمام قواعد اور اوامر موجود ہیں جن کا ایک سپاہی کو جاننا لازمی ہے۔ یہ رسالہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے (۱۱) اور صف بندی (۲) اور حرکت میں (۳) بندہ ق کے استعمال میں (۴) جنگیں یا تلوار کے استعمال میں (۵) میدان جنگ کی اشاروں میں قیمت ۱۲

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو ہندوستان کی مذہبی دنیا میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کے دو حصہ ہیں (۱) موجودہ کتب سماویں یعنی جگت کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور خصوصاً ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں وضاحت سے موجود ہیں (۲) قرآنی حکاؤں پرائے ہندو مسلم اتحاد جس میں اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ بزرگانِ ہندو نے گائے کی قربانی کی ہے۔ اب تک اس کتاب کی کئی بار اشاعت ہو چکی ہے یہ کسی اشاعتِ پنجم ہے جس میں کچھ مضامین کا اضافہ ہوا ہے۔ قیمت ۵۰

لنگائیت۔ خصوصاً ایسے زمانہ میں جبکہ گاندھی جی نے تحریکِ ہریجن کے ذریعہ دما و ڈی قوم کو (جو بھوکے ماننے والے ہیں) اٹھانے والوں میں غم کرنے کی دہرہ کو شش کی ہے۔ مولانا صدیق دیندار چرن بوشیور صاحب قبلہ نے اس کتاب کی اشاعت سے قوم لنگائیت پر ایک بڑا احسان کیا ہے۔ ہریجن یعنی ہرہہ کی کے راز کو افشا کر کے آپ نے مقول و دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ قوم لنگائیت میں باوجود تغیرات زمانہ و جغرافیائی اثرات کے اب بھی ان کے تمدن معاشرت تہذیب وغیرہ کے بنیادی اصول عربوں ہی کے مثال میں مسلمانوں اور لنگائی قوم کے اعتقادات و رسوم و رواج۔ عادات و اطوار میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ بلکہ ان کے رسم خط میں بھی اتنا مل جلنا کہ ان کی شائستگی و محبت کو کہ بتایا گیا کہ موجودہ انقلاب ہند میں قوم لنگائیت جو اقلیت میں اپنی انفرادیت کو کس طرح جاتی رکھ سکتی ہے۔









